

رسائل و مسائل

مدیرِ بینات کی بہتان تراشی

ملک غلام علی صاحب

سوال :- ماہنامہ ”بینات“ علامہ بنوری ٹاؤن کے مدیر آج کل مولانا محمد یوسف ہیں۔ ان کے قلم سے ”بینات“ کا ایک خاص شمارہ رجب شعبان ۱۴۳۹ھ میں چھپا تھا جسے ایڈیٹور کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے

۱۔ اس کے صفحہ نمبر ۱۲۸ پر مولانا مسعود دہلوی پر تنقید

کا آغاز یہوں کیا ہے :

”وہ جب تہذیب جدید اور الحاد و زندقہ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث گفتگو کر رہا ہے اور جب وہ اہل حق کے خلاف خامہ فرسائی کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے مسٹر پرویز یا غلام احمد قادیانی کا قلم پھین لیا ہے ، مولانا مسعود کا قلم حریم نبوت پہنچ کر بھی ادب ناآشنا رہتا ہے اور وہ بڑی بے تکلفی سے فرماتے ہیں : ”موسلی علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کیے بغیر مارچ کرتا ہوا چل جاتے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جاتے“

(رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۹، عدد ۴، ۵۱)

یہ منسوب کردہ عبارت چونکہ کسی کتاب کی بجائے ترجمان کے ایک نمونے سے نقل کی گئی ہے اس لیے یہ تحقیق کرنا دشوار ہے کہ اسے صحیح طور پر نقل کیا گیا ہے یا نہیں۔ اگر

یہ رسالہ آپ کے پاس ہو تو اسے دیکھ کر حقیقت واضح کریں اور ضروری تشریح ترجمان ہی میں کریں تاکہ سب کے لیے باعث اطمینان ہو اور مولانا مرحوم اور تحریک اسلامی کے خلاف سوئے فطی کا جس حد تک ممکن ہو ازالہ دستہ باب ہو۔

جواب :- مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نے ترجمان القرآن جلد ۲۱ عدد ۲ ستمبر ۱۴۱۶ھ شوال ۱۳۹۶ھ کی عبارت کا جو ٹکڑا مولانا مودودی کی جانب منسوب کر کے اور غدل و انصاف اور دیانت و منانت کا رامنہ چھوڑ کر اس پر حاشیہ لکھی کی ہے یہ عبارت مولانا مرحوم کی نہیں ہے، بلکہ مولانا امین احمد صاحب اصلاحی کے تحریر کردہ اشارات کا ایک حصہ ہے، پھر اس اقتباس کو نقل کرتے وقت بھی خیانت اور قطع و بیداری سے کام لیا گیا ہے۔ مولانا اصلاحی کی عبارت درج ذیل ہے۔

”ایک داعی کا جس طرح یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے احکام و قوانین سے آگاہ کرے، اسی طرح اس کا یہ بھی فرض ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ لوگوں کی تربیت بھی کرے تاکہ اس کی تعلیم لوگوں کے فکر و عمل کے اندر اس طرح راسخ ہو جائے کہ سخت سے سخت آزمائش میں بھی ان پر اس کی گرفت قائم رہ سکے۔ جو داعی صرف تعلیم کے پہلو پر نظر رکھتا ہے اور اس چیز کا شوق اس پر اس قدر غالب ہو جاتا ہے کہ تربیت کے لیے جو صبر و انتظار مطلوب ہے اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس کی مثال اس جلد باز فاتح کی ہے جو اپنے اقتدار کے استحکام کی فکر کیے بغیر مارچ کرتا ہوا بڑھا چلا جا رہا ہے۔ اس طرح کی جلد بازی کا نتیجہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ ایک طرف وہ فتح کرتا ہوا آگے بڑھے گا، دوسری طرف اس کے مفتوحہ علاقہ میں جنگل کی آگ کی طرح بغاوت پھیلے گی۔“

ہر منصف مزاج جب مولانا اصلاحی کی عبارت اور مولانا لدھیانوی کا منقولہ حوالہ گھمے دل اور کھلی آنکھ سے پڑھے گا، دونوں میں نہایت واضح اور تین تفاوت محسوس کرے گا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی تدلیس و تحریف کیوں کر کیسے رونا ہوئی؟ یہ معاملہ دو حالتوں سے خالی بہر حال نہیں ہو سکتا۔ یا تو مولانا لدھیانوی کے سامنے اصل ترجمان القرآن کا شمارہ موجود تھا اور آپ نے عمداً دیدہ و دانستہ مولانا اصلاحی کی عبارت کو مولانا مودودی کے سرچیک دیا اور لگے ہاتھوں عبارت میں بھی حسب منشا کٹر بیونت کا عمل فرما دیا۔ کیونکہ صراط مستقیم پر لوگوں کو گامزن کرنے کے لیے انہیں مودودی سے

متنفر و متوحش کرنا بہر صورت ناگزیر ہے۔ دوسری صورت اور امکان یہ بھی ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب کے سامنے ترجمان القرآن نہیں تھا اور کسی دوسرے معاند مکار نے مولانا اصلاحی کی عبارت کو مسخ کر کے اور اسے مولانا مودودی کی تحریر بنا کر پیش کر دیا تھا۔ جسے مولانا لدھیانوی نے جوں کا توں بلا تامل "بینات" میں شے دیا۔ اور اب تک برابر کتائی ایڈیشنوں میں شے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن اس دوسری صورت میں بھی امانت و دیانت کا ادنیٰ تقاضا یہ تھا کہ اصل ترجمان پڑھنے کی زحمت کو اراکی جاتی۔ ترجمان کی پرانی فائلیں نایاب نہیں ہیں، بہت سے قارئین کے پاس دستیاب ہیں۔ ترجمان القرآن کے دفتر کو خط لکھ کر حقیقت حال باسانی معلوم کی جاسکتی تھی۔ لیکن اس تکلیف کے بغیر محض کسی غیر ذمہ دار ناقل کی روایت کو آگے نقل کر دینا اور ملکہ کے داخل و خارج میں ہزاروں ناظرین کو یہ باور کر دینا کہ مولانا لدھیانوی نے یہ عبارت بلا کم و کاست اور براہ راست ترجمان سے نقل کی ہے اور یہ مولانا مودودی کے قلم سے نکلی ہے، کیا یہی وہ معیار ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ "اختلافات کو اس معیار پر جانچا گیا ہے اور منصف شخص کے لیے حق کی تلاش میں کوئی دقت نہیں رہ جاتی۔" کیا دروغ برگردن را دی کہہ کر ایسی تبلیغ و تدلیس آپ کے لیے جائز ہو جائے گی۔ حالانکہ آپ خود اس دروغ کے راوی بن رہے ہیں اور آپ کے اور ترجمان کے مابین کوئی دوسرا راوی ہے تو آپ اسے حذف کر رہے ہیں۔ کیا یہ فرمان نبوی آپ کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا کہ کفی بالسرع کذباً ان یحدث بکل ما سمع؟

پھر معاملہ خواہ مولانا مودودی، مولانا اصلاحی یا شخص دیگر کی تحریر کا ہو، اصل چیز جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ صاحبِ تحریر نے اپنی زندگی میں کچھ اور بھی لکھا ہے یا اس کا قلمی سرمایہ بس ان دو چار فقرہ پر مشتمل و منحصر ہے جنہیں بنیاد بنا کر اس کے برسرِ حق یا برسرِ باطل ہونے، اس کے ہدایت یا ننتہ ہونے یا مبتلائے ضلالت ہونے کا فتویٰ رسید کیا جا رہا ہے؟ بالخصوص موضوعِ مذہب و بحث پر اگر لکھنے والے نے دوسرے مواقع پر اظہارِ خیال کیا ہو اور وہ بھی تحریری شکل میں موجود ہو، تو اس سے آنکھیں بند کر لینا پرلے درجے کی ناانسانی اور تعدی ہے جس کا آج کل مسلمانوں کا ہر دینی و مذہبی گروہ ارتکاب کر رہا ہے اور فریقِ ثانی کے ساتھ یہی ظلم و زیادتی روا رکھ رہا ہے جس کے شکار ہونے کا رونا وہ خود رو رہا ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کے اکابر و دیوبند کے تحریری ٹکڑوں پر کیا تکفیر و تفسیق

کا حکم نہیں لگایا گیا؟ ایک مرتبہ تو مفتی دیوبند نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی مشہور تصنیف ”تصفیۃ العقائد“ کی ایک عبارت پر فتوے کفر جرح دیا۔ بعد میں جب حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ تحریر تو حضرت نانوتوی کی ہے تو مفتی صاحب کی حالت قابلِ دیدار قابلِ رحم تھی۔

مدیر بنیات اور قارئین بنیات نے اگر اپنی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھ لی اور دل کے روازوں پر تلے نہیں ڈال دیے تو میں اُن سے درخواست کروں گا کہ وہ مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی کی تفاسیر اور دوسری تحریریں تعصب و تحریب سے ماوراد ہو کر پڑھیں اور پھر خدا اور محاسبِ آخرت سے ڈرتے ہوئے خدا را دوبارہ فیصلہ کریں کہ یہ تحریریں اللہ تعالیٰ اور اُس کے انبیائے کرام کی ذواتِ عالیہ پر ایمان اور اُن کا احترام و اکرام سکھاتی ہیں یا صراطِ مستقیم سے ہٹاتی اور دورِ بھگاتی ہیں؟ بہانہ تک مولانا اصلاحی کی تحریر مذکور کا تعلق ہے، یہ ایک طویل سلسلہ اشارات کا جزو ہے۔ جن کے لیے ترجمان کے قدیم شمارے تلاش کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ پورے مباحث کتنا ہی شکل میں ”دعوتِ دین اور اُس کا طریق کار“ کے زیرِ عنوان چھپ چکے ہیں۔ اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی قائم کردہ مرکزی انجمنِ خدام القرآن سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ مولانا اصلاحی صاحب کی جس محرف عبارت کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے، اس میں بیان کردہ مضمون کو مولانا اصلاحی اپنی تفسیر تدریس القرآن میں مختلف مقامات پر مثلاً پیرائے یا انداز میں بار بار واضح کر چکے ہیں مثلاً سورہ طہ (آیت ۸۴) کی تفسیر (تدبر القرآن جلد چہارم ص ۲۱۲) پر فرماتے ہیں:

”یہ بات ہم جگہ جگہ ظاہر کر چکے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام سے اگر کوئی مغرض صادر ہوتی ہے تو وہ اتباعِ ہوائی کی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ بلکہ کبھی کبھی وہ حق اور خدا کی رضا طلبی کی راہ میں حدِ مطلوب سے متجاوز ہو جاتے ہیں۔ یہ چیز فی نفسہ کوئی بُرائی نہیں ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام چونکہ میزانِ حق ہوتے ہیں اور اُن کا ہر قول و فعل دوسروں کے لیے نمونہ ہوتا ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن کی اس طرح کی باتوں پر بھی گرفت فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی اس عجلت پر بھی گرفت ہوئی۔“

مدیر بنیات نے جو ٹکڑے مولانا اصلاحی یا مولانا مودودی کی تفسیر سے کاٹے کر دیے ہیں۔ ان میں نبیائے کرام

کی جن بعض زلات کا ذکر ہے اُن کی حقیقت و ماہیت وہی ہے جو مولانا اصلاحی کے الفاظ میں اُوپر بیان کر دی گئی ہے جو شخص بھی ان مقامات پر آیات کی تشریح نہ کرے گا، ہر حال وحی کی زبان میں کلام نہیں کرے گا، نہ قرآن و حدیث کے الفاظ دہرائے گا۔ کوئی متقی و متدین مسلمان بارگاہ الہی یا بارگاہ نبوی میں گستاخی دے ادبی کی جرأت بلکہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور کہے تو اس کے ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔ اس لیے جو حضرات اپنے لیل و نہار دین ہی کی خدمت میں بسر کرتے ہیں۔ انہیں دوسرے خادمانِ دین کے بارے میں لب کشائی اور خامہ فرسائی کرتے ہوئے اتنی بدگمانی سے تو کام نہیں لینا چاہیے کہ انہیں اپنے اور اپنے مخصوص گروہ کے ماسواہر شخص غلام احمد پرویز اور غلام احمد قادیانی نظر آنے لگے۔

حرفِ آخر کے طور پر میں مولانا لدھیانوی کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اسلامی مملکت اور سرزمینِ پاکستان میں ایسے افراد بھی دنا تے پھیر رہے ہیں جو علانیہ یہ کہتے اور کھتے ہیں کہ ”خدا مجرم ہے“ ”تمہارے فرشتوں کی ایسی کمیسی۔ تم اور تمہارے فرشتے سب فراد ہیں۔“ اس خدا پر ہم قدرت حاصل کر لیں گے۔“ خدا انسان کے خلاف کفر بکنا ہے ”(معاذ اللہ)۔“ آدمی کو آدمی کے لٹالے والا خدا۔“ خدا کو انصاف کی عدالت میں پیش کرو۔ میں اسے مجرم قرار دیتا ہوں۔“ ایسی کفریات و مہفوات اسی شہر سے چھپ کر شائع ہوتی ہے جہاں سے بیانات نکلتا ہے۔ لیکن اہل دین کی باہمی خانہ جنگی نے ان اعدائے دین اور تنگ انسانیت شیطانوں کی راہ کشادہ کر رکھی ہے،
فاعتبروا یا اولی الابصار۔